© rasailojaraid.com

ہاں کی پوسٹ کے لئے کوئی مسلمان تو اب ملے گا نہیں اس لئے آپ فلاں بنگالی ہندو کو قبول کر لیجئے۔ وہ بہت قابل اور لائق ہے اور تجربہ بھی وسیع رکھتا ہے۔ میں نے فوراً جواب دیا۔ بہت بہتر ہے۔ مجکو اس شخص کے قبول کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تعلیم اور طب یہ دو ایسی چیزیں ہیں کہ ان میں ہندو اور مسلمان کا سوال بے معنی ہے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر رک کر میں نے کہا مگر ہاں! ایک بات آپ کے اور گورنمنٹ کے سوچنے کی ہے اور وہ یہ کہ کلکتہ مدرسہ تقسیم کے وقت بالکل ختم ہوگیا تھا۔ لیکن جب مسلمانوں کے مطالبہ پر گورنمنٹ نے اس کو از سر نو جاری کیا تو تمام مسلمانان مغربی بنگال نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور گورنمنٹ کے شکریہ کے رزولیوشن منظور کئے، اب اس موقع پر اگر آپ کسی ہندو کو ہیڈ ماسٹر بنا کر بھیجتے ہیں تو اس سے مسلمانوں میں گورنمنٹ کے متعلق غلط فہمیاں پیدا ہوں گی۔ اور وہ کہیں گے کہ "ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور"۔ ڈی۔ پی۔ آئی (D.P.I.) میری یہ بات سن کر چپ ہو گئے اور پھر انھوں نے ٹیلیفون اٹھا کر وزارت تعلیم کے سکریٹری مسٹر سین سے گفتگو کی اور جو کچھ میں نے کہا تھا وہ ان کو سنایا۔ مسٹر سین نے کہا: پرنسپل صاحب بات بہت معقول کہتے ہیں۔ لیکن ان سے یہ پوچھئے کہ آخر اس پوسٹ کے لئے مسلمان ہے کہاں؟ اب ڈی پی آئی نے مجکو سکریٹری کی یہ بات سنائی تو میں نے کہا کہ آپ مجکو ایک برس کی مہلت دیجئے۔ اور اس درمیانی مدت کے لئے عبد القادر صاحب جو سینیر اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر اور ریاضیات کے استاد ہیں ان کو عارضی طور پر ہیڈ ماسٹر مقرر کر دیجئے۔ انھوں نے میری یہ دونوں باتیں مان لیں اور میں واپس آگیا۔ اب میں نے آدمی کی تلاش شروع کر دی ......

...... آخر مجھے معلوم ہوا کہ میرے مخلص اور عزیز دوست اور اردو کے نہایت بلند پایہ شاعر علامہ جمیل مظہری کے برادر خورد سید ابر رضا کاظمی پہلے کلکتہ مدرسہ کے ہائی اسکول میں ٹیچر تھے اور ادھر چند برس سے وہ سکریٹریٹ میں ابتدائی طور پر (On deputation) منتقل ہو گئے ہیں۔ میں نے علامہ کی موجودگی میں ایک دن ان کو بلایا اور کہا کہ آپ مدرسہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہائی اسکول کی اپنی پرانی پوسٹ پر واپس آجائیے۔ اگرچہ آپ کو کچھ مالی نقصان ہوگا لیکن اس کی پروانہ کیجئے اور یہاں واپس آکر آپ اردو یا فارسی میں ایم۔ اے کا امتحان دے ڈالئے۔ ایم۔ اے کے علاوہ باقی سب شرائط آپ میں موجود ہیں ہی۔ اگر آپ نے ایم۔ اے فرسٹ ڈویژن میں کرلیا تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ ہیڈ ماسٹر مقرر ہو جائیں گے۔ کچھ میں نے اصرار کیا۔ کچھ علامہ نے بھی زور لگایا۔ آخر کاظمی صاحب رضامند ہو گئے اور وہ مدرسہ ہائی اسکول کی اپنی پرانی پوسٹ پر واپس آ گئے۔ یہاں آنے کے ایک سال بعد انھوں نے اردو میں ایم اے کا امتحان دیا۔ اس زبان کے بڑے اچھے شاعر اور ادیب تو تھے ہی۔ امتحان میں فرسٹ کلاس پوزیشن حاصل کی۔ جب یہ سب کچھ ہو گیا تو اب میں نے گورنمنٹ کو لکھکر مغربی بنگال پبلک سروس کمیشن سے ہیڈ ماسٹر کی پوسٹ مشتہر کرائی۔ کاظمی صاحب تنہا امیدوار تھے اور بہمہ وجوہ اس پوسٹ کے مستحق۔ ان کا انتخاب ہوا اور ہیڈ ماسٹر مقرر کر دیئے گئے۔ کلکتہ کے مسلمانوں کو اس کا علم ہوا تو ان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور سب نے میرے حسن تدبیر کی داد دی۔ لیکن ظاہر ہے اگر گورنمنٹ صاف دماغ اور ذہن کی اور غیر متعصب نہ ہوتی تو صرف میری "حسن تدبیر" کیا کر لیتی۔

العلم والعلماء

یہ جلیل القدر امام حدیث علامہ "ابن عبد البر" کی شہرۂ آفاق کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" کا نہایت صاف اور شگفتہ ترجمہ ہے۔ علم اور فضیلت علم، اہل علم کی عظمت اور ان کی ذمہ داریوں کی تفصیل پر خالص محدثانہ نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے۔

مترجم: مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب مرحوم

صفحات ۳۰۰ بڑی تقطیع قیمت ۹/- مجلد ۱۰/-

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دھلی ۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چاند کی تسخیر قرآن کی نظر میں

چند آفاقی دلائل کا جائزہ

مولوی محمد شہاب الدین صاحب ندوی بنگلوری - اسلامیہ لائبریری چک باناورہ بنگلور نارتھ

(۶)

ربانی کلمات کی ہمہ گیری

اس ناگزیر تفصیل کے بعد اب ملاحظہ ہو "جوامع الکلم" کا حیرت انگیز اور ناقابل فراموش اعجاز کہ:

اَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ۔

کیا ان لوگوں کو زمین، آسمانوں، فضاؤں اور خلاؤں پر غلبہ حاصل ہو چکا ہے؟ اگر ایسا ہے تو چاہیے کہ وہ رسیوں (راکٹوں) کے سہارے اوپر چڑھ جائیں۔

کے چند مختصر الفاظ میں کس خوبی کے ساتھ ان تمام خلائی مظاہر اور کل خلائی سائنس اور ٹکنالوجی کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتے ہیں؛ بلکہ ھل من مزید کی صدائیں بھی بلند کرتے ہیں۔ گویا کہ خلائی سائنس اور ٹکنالوجی کے وسیع و عمیق سمندروں کو بڑے ہی فنکارانہ اور استادانہ انداز میں صرف ایک آیت میں بند کر دیا گیا ہے۔ کیا یہ حسب ذیل آیت عظیمہ کا ایمان افروز نظارہ نہیں؟

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔

کہدو کہ میرے رب کے کلمات (کی تفسیر لکھنے) کے لیے سمندر بھی اگر روشنائی بن جائے تب بھی میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے ہی سمندر ختم ہو جائے اگرچہ ہم اس جیسے (ایک اور سمندر) کا اضافہ کر دیں (کہف: ۱۰۹)

واضح رہے کہ سیاسی و فوجی اغراض و مقاصد سے قطع نظر اصولی اعتبار سے خلائیات پر جو تحقیق د

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تفتیش ہو رہی ہے وہ سب مظاہرِ قدرت کی چھان بین اور قوانین قدرت کی تلاش و جستجو ہی ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے اس موضوع پر جو بھی لٹریچر تیار ہوگا وہ گویا کہ "کلمات ربانی" ہی کی تفصیل ہوگا۔ کیونکہ خلائی مظاہر بلکہ کل مظاہرِ کائنات — کل مادہ اور توانائیوں سمیت — امریکہ یا روس کے باپ کی ملکیت نہیں بلکہ خالق کائنات جل وعلا کے تخلیق کردہ اصول وضوابط ہیں ظاہر ہے کہ سائنس کسی چیز کی تکمیل نہیں کرتی بلکہ صرف قوانین قدرت یا رازہائے فطرت کی جویائی کرتی ہے اور بس۔ لہٰذا مظاہر کائنات اور ان کے اصول و ضوابط کی تفصیل "کلمات ربانی" ہی کی تفصیل ہوگی۔ اس لحاظ سے "کلمات ربانی" کی مکمل تشریح و تفصیل نہ کسی انسان کے بس کی بات ہے اور نہ وہ قیامت تک کبھی مکمل ہی ہوسکتی ہے۔

بَلْ أَتَيْنَٰهُم بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَن ذِكْرِهِم مُّعْرِضُونَ۔

بلکہ حال یہ ہے کہ ہم ان کے پاس انہیں کا تذکرہ (اور داستان) لے آئے ہیں مگر وہ اپنے ہی تذکرہ (اور حال چال) سے روگردانی کر رہے ہیں۔ (مومنون: ۷۱)

وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ۔

اور یہ قرآن یقیناً تم ایک انتہائی حکمت والی اور ہمہ دان ہستی کی بارگاہ سے حاصل کر رہے ہو (نمل: ۶)

قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ۔

(یہ) ایک واضح قرآن ہے (جس کے مضامین میں) کوئی پیچیدگی (اور معنوی خرابی) موجود نہیں ہے تاکہ لوگ (اپنے رب سے) ڈر سکیں (زمر: ۲۸)

بقیہ تفسیر آیت

زیر بحث آیت (أَمْ لَهُم مُّلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ) میں سب سے زیادہ اچھوتا اور دلفریب لفظ "الاسباب" ہے جو سبب کی جمع ہے۔ اور سبب اس مضبوط رسی کو کہتے ہیں جو کسی درخت یا چھت وغیرہ پر چڑھنے اور اترنے کے لیے خصوصیت کے ساتھ استعمال کی جائے (تاج العروس بحوالہ لغات القرآن) یہ راکٹوں کے لیے صاف استعارہ ہے۔

غرض اس عظیم آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اگر تمہاری سائنس اور ٹکنالوجی اتنی ترقی کر چکی ہو کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ندہ زمین، اجرام فلکی اور فضاؤں و خلاؤں کے طبعی و فطری حالات سے نبٹ سکتی ہو تو تم رخت سفر باندھ کر دیگر سیاروں تک پہونچ سکتے ہو۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر تمہارا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا اس کی تائید حسب ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے۔

یَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اے گروہ جن و انس! اگر تم کو زمین اور آسمانوں کے کناروں
اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ سے نکل جانے کی قوت ہو تو نکل جاؤ، مگر تم ایک جبری (زبردست)
وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ قوت و زور آزمائی کے بغیر نکل نہ سکو گے پس تم اپنے رب
اِلَّا بِسُلْطٰنٍ - فَبِاَیِّ آلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ - کی کن کن کرشمہ سازیوں کو جھٹلاؤ گے؟ (رحمٰن)

گذشتہ آیت میں "اَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا" کے الفاظ جس مفہوم کو ادا کر رہے تھے اس آیت میں "ان استطعتم" کے الفاظ اختصاراً ٹھیک اسی مفہوم کو ادا کر رہے ہیں اور اس آیت میں سب سے زیادہ معرکہ آرا "لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ" کا فقرہ ہے جو قدیم و جدید ہر دور میں ایک مسلم حقیقت رہا ہے چنانچہ گزشتہ ادوار میں سائنس اور اس کی ترقیوں کا کوئی مفہوم ہی نہیں تھا اس لیے اس دور میں یہ مفہوم لیا گیا کہ چونکہ تم کو اتنی زبردست قوت حاصل نہیں ہے اس لیے تم کرہ ارض سے باہر نہیں جا سکتے۔ مگر اب اس کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ چونکہ تم کو اتنی قوت و طاقت حاصل ہو چکی ہے لہٰذا اب تم جا سکتے ہو۔ گویا کہ یہ دور بھی ایک اٹل صداقت کا حامل رہا ہے۔

معجزات ربوبیت

آپ پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ مادہ اور اس کی تمام توانائیاں خالق ارض و سما کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ اور انسان کی حیثیت صرف مادہ اور اس کی توانائیوں کو استعمال کرنے والے یا قوانین قدرت (اسرار ربوبیت) سے فائدہ اٹھانے والے کی ہے۔ بالفاظ دیگر انسان خواہ وہ بڑے سے بڑا سائنسدان ہی کیوں نہ ہو نہ کسی چیز کو پیدا کرتا ہے نہ اس کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ بلکہ جو کچھ ہے۔ پوری دنیا کے سائنس جو کچھ کرتی ہے۔ وہ صرف یہ ہے کہ مظاہر کائنات کے رازہائے سربستہ یا اسرار ربوبیت دریافت کر کے ان کا طریقہ استعمال سیکھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیا جاتا ہے اور بس. قرآن حکیم تو صاف کہتا ہے ؛

وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ۔

اور جن کو یہ لوگ اللہ کے ماسوا پکارتے ہیں وہ کسی بھی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں (اب جو خود ہی مخلوق ہے وہ کسی چیز کا خالق کیسے بن سکتا ہے ؛

(نحل ۲۰:)

بہر حال اس موقع پر سوچیے کہ خلائیات میں سب سے زیادہ اہم ترین چیز کیا ہے ؛ ظاہر ہے کہ وہ راکٹ ہے جو خلائی جہاز کو زمین کی کشش توڑ کر خلا میں پہونچا دیتا ہے ، جس کے بغیر خلا میں پہونچنا ناممکن ہے پھر غور فرمائیے کہ راکٹ آخر کس چیز کی مدد سے چلتا ہے اور اس کو اس قدر زور اور قوت عطا کرنے والی چیز ہے کیا ؛ ظاہر ہے کہ ایندھن اور صرف ایندھن۔ اور راکٹ سازی میں ایندھن کئی قسم کا استعمال ہوتا ہے جو جلد از جلد آگ پکڑے اور بھک سے جل بھن کر راکٹ کو انتہائی تیز رفتاری عطا کر دے ' اتنی تیز کہ اس کی رفتار فی سکنڈ ۱۱۶۲ کیلو میٹر (۷ میل) ہو جائے۔

اس ایندھن کی اہمیت اور کارفرمائی کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ ۴۰ فٹ لمبے خلائی جہاز اپالو ۱۱ کو خلاؤں میں پہنچانے والا راکٹ سیٹرن ۵ اتنا دیو ہیکل اور زبردست ترین قوت کا حامل تھا کہ اس کی تفصیلات کو سن کر ہی ہوش اڑ جاتے ہیں۔ چنانچہ ۳۶۳ فٹ لمبا اور ۳۰۱۷ ٹن وزنی یہ ریوزاد راکٹ پندرہ کروڑ ہارس پاور کی طاقت رکھنے والا تھا جو صرف سترہ منٹ میں اپالو ۱۱ کو خلاؤں میں پہنچا کر خود اس سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گیا۔ اور سترہ منٹ کے اس قلیل عرصے میں ہزاروں ٹن ایندھن صرف ہو گیا۔ اس تفصیل سے " لاتنفذون الا بسلطن " کی زبردست آفاقی صداقت کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اب غور فرمائیے کہ قسم قسم کا ایندھن کیا ہے اور کیسے پیدا ہوتا ہے ؛ یہ ایک بڑا اہم اور بنیادی سوال ہے۔ اور اس کا جواب یہ ہے کہ ایندھن خواہ معمولی لکڑی اور کوئلے کی شکل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں ہو، جس کو ہم اور آپ اپنے گھروں میں استعمال کرتے ہیں، خواہ پٹرول اور ڈیزل کی شکل میں، جس کو موٹروں، ریلوں اور ہوائی جہازوں میں استعمال کیا جاتا ہے، سب کا سب کاربن کہلاتا ہے جو نباتات ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ پٹرول بھی کاربن ہی ہے جو ایک نظریہ کے مطابق قرن ہا قرن سال قبل درختوں سے بھرے ہوئے جنگلات کے زمین میں دب جانے کی بدولت پیدا ہوا تھا۔ اور آکسیجن ـــ جس سے خلائی جہازوں کے لیے سیال ایندھن تیار کیا جاتا ہے ـــ تو ظاہر ہے کہ نباتات ہی کی بدولت پیدا ہوتی ہے: ہوا میں پائی جانے والی آزاد آکسیجن بھی اور جمادات کے سوا بقیہ تمام اجسام میں پائی جانے والی ٹھوس آکسیجن بھی، جو کسی سالمہ (MOLECULE) میں ایٹموں کی شکل میں موجود ہوتی ہے۔ خود ہمارے جسم میں جو ٹھوس آکسیجن موجود ہے وہ بھی نباتات کو غذا بنا کر ہی حاصل کی جا سکی ہے۔

غرض ایندھن خواہ کسی قسم کا ہو اس کے وجود میں نباتات کا بڑا عمل دخل ہے۔ گویا کہ ہر قسم کی آگ پیڑ پودوں ہی کی مرہون منت ہے۔ اور حسب ذیل عظیم آیات میں ـــ بڑے بلیغ اور چونکا دینے والے انداز میں ـــ ربوبیت کے اسی سر نہاں پر سے پردہ اٹھا دیا گیا ہے:

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۚ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ (الواقعہ: ۷۱-۷۴)	ہاں ذرا بتاؤ تو یہی وہ آگ جس کو تم (اپنے گھروں میں اور ہر قسم کی جدید ترین سواریوں میں) سلگاتے ہو، کیا اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم نے تو اس آگ کو (ہر قسم کے) مسافروں کے لیے ایک یادگار اور فائدہ بخش چیز بنا دی ہے۔ لہٰذا تم اپنے زبردست رب کے گُن گاؤ (جو ربوبیت کے یہ سارے تماشے دکھا رہا ہے

یہ حیرت انگیز آیات قدیم و جدید ہر دور پر بالکل یکساں طور پر صادق آ رہی ہیں۔ ان آیات کی بلاغت ملاحظہ ہو کہ اس موقع پر یہ نہیں فرمایا کہ تم لکڑیاں جلا رہے ہو یا کوئلہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جلا رہے ہو، یا پٹرول جلا رہے ہو یا کوئی اور قسم کا سیال ایندھن۔ بلکہ یہ فرمایا: "وہ آگ جو تم جلا رہے ہو" یعنی ہر قسم کا جدید سے جدید تر آتش گیر مادہ یا شعلہ پذیر چیز۔ اور یہ آیت قیامت تک ایجاد ہونے والے ہر قسم کے نئے نئے ایندھنوں کا بخوبی احاطہ کرلے گی جن کا تعلق کسی نہ کسی حیثیت سے نباتات سے ہو۔

اور اس موقع پر سب سے زیادہ بلیغ اور چونکا دینے والا لفظ "مقوین" (مسافر لوگ) ہے، جو صحرا نشینوں یا جنگل کے باسیوں پر جس طرح صادق آسکتا ہے اسی طرح آج کے خلائی مسافروں پر بھی پوری طرح صادق آسکتا ہے۔ پھر "تذکرۃً ومتاعاً" کی معنی خیزی اور زندہ جاویدی پر غور فرمایئے ارشاد ہو رہا ہے "آگ ایک مفید اور یادگار شے ہے" کیا اب اس سے کسی کو انکار رہے؟ کیا یہ جوامع الکلم کا اعجاز نہیں؟ کیا یہ سب ربوبیت کے معجزات نہیں ہیں؟ یہ ہیں وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اور ارض و سما کا ایسا کوئی سربستہ راز نہیں ہے جو (اس اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ کتاب روشن میں موجود نہ ہو (نمل: ۷۵)

کی گلفشانیاں اور یہ جواہر پارے نیز "التذکیر بآلاء اللہ" کی گلکاریاں اور حیرت ناک جلوے ربیہ ہے صحیح موقع و محل "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ" (اپنے رب عظیم کے گن گاؤ) اور الحمد للہ رب العلمین کے استعمال کا۔ فللہ الحمد۔

سورۂ رحمٰن کا موضوع اور اس کے مباحث

یہ سب ربوبیت (وہ افعال رب جو کائنات کی پروردگاری کی خاطر جلوہ افروز ہوتے ہیں) ہی کے کرشمے اور اس کے لافانی نقش و نگار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سورۂ رحمٰن میں راکٹ سازی وغیرہ کا تذکرہ کرکے بار بار یہ سوال کیا گیا ہے:

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ پس تم اپنے رب کی کن کن کرشمہ سازیوں کو جھٹلاؤ گے؟

یعنی راکٹوں اور خلائی جہازوں کی تکمیل سائنس کا کوئی کارنامہ نہیں بلکہ ربوبیت کا ایک شاندار معجزہ ہے۔ لہٰذا تم اپنے رب کے کن کن معجزات کا انکار کروگے؟ یعنی ایک تو یہی بات کیا کم ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ وہ آگ جو راکٹ سازی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے وہ کسی انسان کی پیدا کردہ نہیں بلکہ براہ راست خالق کائنات کی پیدا کردہ ہے پھر دوسری حیثیت سے سائنس کی ہمہ جہتی ترقی کے باوجود بھی آج پوری دنیائے سائنس یہ راز سمجھنے سے قاصر ہے کہ آگ بذات خود ہے کیا چیز؟ یہ کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟ اور اس کی اصل حقیقت و ماہیت کیا ہے بس دل ناداں کی تسلی کے لیے محض اتنی تاویل کر لی گئی ہے کہ آگ ایٹموں کی تیزی اور حرکت کا نام ہے۔ اس سے زیادہ انسان کچھ نہیں جانتا۔ اور معاملہ صرف آگ کا نہیں بلکہ دنیا کی تمام چیزوں کا بھی یہی حال ہے۔

وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا۔ اور تم کو بہت تھوڑا سا علم دیا گیا ہے (اسراء: ۸۵)

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ "آلاء ربکما" کے مطابق آگ ایک یادگار چیز اور ربوبیت کا بڑا شاندار کارنامہ ہے۔ اور اس حقیقت افروز توجیہہ سے سورۂ رحمٰن کی آیات کا باہمی ربط کھل جاتا ہے۔ یاد رکھیے سورۂ رحمٰن کا موضوع (SUBJECT) ربوبیت کی نوعیت کا تذکرہ ہے جو شروع سورت سے آخر تک قائم ہے اس سورت میں انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک اور دنیوی زندگی سے لے کر اخروی زندگی تک ربوبیت کے اہم مراحل و مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ مذکورہ بالا آیت (فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ) کو پوری سورت میں بار بار دُہرایا گیا ہے۔ اور ربوبیت بھی کیسی؟ درشت یا خشمگیں نہیں بلکہ انتہائی مشفقانہ اور پیار بھری۔ اسی وجہ سے سورہ کی ابتداء "الرحمٰن" کے لفظ سے کی گئی ہے اور پوری سورت کو رحمٰن ہی کے نام سے موسوم کر دیا گیا ہے۔ یعنی مدبر کائنات کی ربوبیت رحمانیت (شفقت و مہربانی) کے بھیس میں جلوہ گر ہے جیسا کہ قرآن مجید کے آغاز ہی میں بتا دیا گیا:

الحمد للہ رب العلمین۔ الرحمن الرحیم: تعریف کا اصل مستحق صرف اللہ ہے (خواہ کوئی اس حقیقت کو تسلیم کرے یا کرے[1]) جو تمام جہانوں کا رب ہے[2] نہایت درجہ مہربان اور رحم والا اور

[1] الحمد للہ" میں "ال" تحقیق جنس کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقت حمد و ثنا اللہ جل شانہ کے لیے ثابت ہے، خواہ کوئی اس کی تعریف کرے یا نہ کرے جس طرح کہ حقیقت نور آفتاب کے لیے ثابت ہے، خواہ کوئی اس کو تسلیم کرے یا نہ کرے۔ [2] مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت صرف (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسا کہ دوسرے مقامات پر بھی تصریح فرمائی:

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔	اور تمہارا الٰہ ایک ہی الٰہ ہے (اور اس کائنات میں) اس کے سوا کوئی دوسرا الٰہ موجود نہیں (جو ربوبیت کے معجزات دکھاتا ہو) وہ (برتر ہونے کے باوجود) نہایت مہربان اور رحم دل ہے۔ (بقرہ: ۱۶۳)
وَهُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔	وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، چھپے وکھلے کا جاننے والا، وہی مہربان اور رحم دل (حشر: ۲۲)

ربوبیت میں الوہیت

اوپر کی دو آیات میں "رب" کے بجائے "الٰہ" کا تذکرہ آیا ہے۔ اور الٰہ لغت کی رو سے اُس ہستی کو کہتے ہیں جو حیران و ششدر یا عاجز و درماندہ کردینے والی ہو۔ اب ان آیات میں تطبیق یہ ہے کہ الٰہ وہ ہستی ہے جس کی ربوبیت یا جس کے افعالِ پروردگاری انتہائی حیران کن اور معجزنما ہوں۔ اب چونکہ کائنات میں ایسی کوئی ہستی خدا کے سوا موجود نہیں ہے جس کے افعال انتہائی حیران کن پراسرار اور انسانی سمجھ سے باہر ہوں اس لیے قرآن کا یہ دعویٰ "ہو اللہ الذی لا الٰہ الا ہو" (اس کائنات میں اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے) اپنی جگہ پر معرکہ آراء اور اٹل صداقت کا حامل ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جو کوئی نظامِ کائنات میں غور و فکر اور تفکر و تدبر کرے گا وہ حاصل تحقیق کے طور پر ایک انتہائی نرالے اور حیرتناک افعال والی ہستی کا وجود ضرور تسلیم کرے گا۔ اس لحاظ سے تمام سچے سائنسدان ایک ذات برتر کا وجود تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب "خدا موجود ہے" جس میں مغرب کے چالیس سائنسدانوں نے اس کائنات کے انوکھے اور حیرت انگیز نظامات سے متاثر ہو کر سائنٹفک دلائل کی روشنی میں صاف صاف وجود باری کا اعتراف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ہمارے کرہ ارض ہی تک محدود نہیں بلکہ اس قسم کے بہت سے جہانوں اور تمام اجرام سماوی میں بھی جاری و ساری ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نظامِ کائنات میں غور و فکر کی بار بار تاکید کرتا ہے:

فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔

زمین و آسمانوں کی تخلیق اور رات دن کے ہیر پھیر میں ارباب دانش کے لیے یقیناً کھلی کھلی نشانیاں موجود ہیں (آل عمران: ۱۹۰)

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔

اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں بے شمار نشانات بکھرے ہوئے ہیں۔ اور خود تمہارے وجود میں بھی کیا وہ تم کو نظر نہیں آتے؟ (ذاریات: ۲۰-۲۱)

یہ ہے قرآن اور نظامِ کائنات کی مکمل مطابقت و ہمنوائی اور یکسانیت و ہم آہنگی۔ یاد رہے کہ آفاقی نقطہ نظر سے کائنات میں جس متحیر و حیران کن ہستی کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ قرآن عظیم اس کو "اللہ" کہتا ہے۔ اور اس کا مطالبہ یہ ہے کہ انسان اپنے عجز و درماندگی کا صاف صاف اعتراف کرتے ہوئے ایک بلند و برتر ہستی کی بارگاہِ الوہیت میں اپنا سر نیاز جھکا دے اور اس کے احکام پر بلا چون و چرا عمل پیرا ہو جائے۔ لہٰذا قرآن حکیم کا یہ مطالبہ دورِ جاہلیت کی کوئی یادگار نہیں بلکہ موجودہ علمی اور سائنٹفک دور کی ایک زندہ و تابندہ اور ابدی و سرمدی آفاقی صداقت ہے۔ اس موضوع پر مزید تفصیلات اور اس "الوہیت آمیز ربوبیت" کی تفصیلی مثالوں کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب "قرآن مجید اور سائنس"۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۔

اے لوگو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جس سے اس نے تم کو نوازا ہے۔ کیا اللہ کے سوا ایسا بھی کوئی خالق ہے جو زمین و آسمان (کی قوتوں کو یکجا کر کے) تمہیں کھلاتا ہو؟ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، پس تم کہاں بہکے بہکے جا رہے ہو۔ (فاطر: ۳)

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ م

اور تم اللہ کے سوا کسی دوسرے الٰہ کی پرستش نہ کرو، اسکے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسا کہ دوسرے مقامات پر بھی تصریح فرمائی:

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۔ اور تمہارا الٰہ ایک ہی الٰہ ہے (اور اس کائنات میں) اس کے سوا کوئی دوسرا الٰہ موجود نہیں (جو ربوبیت کے معجزات دکھاتا ہو) وہ (برتر ہونے کے باوجود) نہایت مہربان اور رحم دل ہے۔ (بقرہ: ۱۶۳)

وَهُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۔ وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، چھپے و کھلے کا جاننے والا وہی مہربان اور رحم دل (حشر: ۲۲)

ربوبیت میں الوہیت

اوپر کی دو آیات میں "رب" کے بجائے "الٰہ" کا تذکرہ آیا ہے۔ اور الٰہ لغت کی رو سے اُس ہستی کو کہتے ہیں جو حیران و ششدر یا عاجز و درماندہ کردینے والی ہو۔ اب ان آیات میں تطبیق یہ ہے کہ الٰہ وہ ہستی ہے جس کی ربوبیت یا جس کے افعالِ پروردگاری انتہائی حیران کن اور معجز نما ہوں۔ اب چونکہ کائنات میں ایسی کوئی ہستی خدا کے سوا موجود نہیں ہے جس کے افعال انتہائی حیران کن پر اسرار اور انسانی سمجھ سے باہر ہوں، اس لیے قرآن کا یہ دعویٰ "ہو اللہ الذی لا الٰہ الا ہو" (اس کائنات میں اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے) اپنی جگہ پر معرکہ آراء اور اٹل صداقت کا حامل ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جو کوئی نظامِ کائنات میں غور و فکر اور تفکر و تدبر کرے گا وہ حاصل تحقیق کے طور پر ایک انتہائی نرالے اور حیرتناک افعال والی ہستی کا وجود ضرور تسلیم کرے گا۔ اس لحاظ سے تمام سچے سائنسدان ایک ذات برتر کا وجود تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب "خدا موجود ہے" جس میں مغرب کے چالیس سائنسدانوں نے اس کائنات کے انوکھے اور حیرت انگیز نظامات سے متاثر ہو کر سائنٹفک دلائل کی روشنی میں صاف صاف وجود باری کا اعتراف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ہمارے کرہ ارض ہی تک محدود نہیں بلکہ اس قسم کے بہت سے جہانوں اور تمام اجرامِ سماوی میں بھی جاری و ساری ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نظامِ کائنات میں غور و فکر کی بار بار تاکید کرتا ہے:

فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔

زمین و آسمانوں کی تخلیق اور رات دن کے ہیر پھیر میں ارباب دانش کے لیے یقیناً کھلی کھلی نشانیاں موجود ہیں (آل عمران: ۱۹۰)

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔

اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں بے شمار نشانات بکھرے ہوئے ہیں۔ اور خود تمہارے وجود میں بھی کیا وہ تم کو نظر نہیں آتے؟ (ذاریات: ۲۰-۲۱)

یہ ہے قرآن اور نظامِ کائنات کی مکمل مطابقت و ہمنوائی اور یکسانیت و ہم آہنگی۔ یاد رہے کہ آفاقی نقطہ نظر سے کائنات میں جس متحیر و حیران کن ہستی کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ قرآن عظیم اسی کو "الٰہ" کہتا ہے۔ اور اس کا مطالبہ یہ ہے کہ انسان اپنے عجز و درماندگی کا صاف صاف اعتراف کرتے ہوئے ایک بلند و برتر ہستی کی بارگاہِ الوہیت میں اپنا سرِ نیاز جھکا دے اور اس کے احکام پر بلا چون و چرا عمل پیرا ہو جائے۔ لہٰذا قرآن حکیم کا یہ مطالبہ دورِ جاہلیت کی کوئی یادگار نہیں بلکہ موجودہ علمی اور سائنٹفک دور کی ایک زندہ و تابندہ اور ابدی و سرمدی آفاقی صداقت ہے۔ اس موضوع پر مزید تفصیلات اور اس "الوہیت آمیز ربوبیت" کی تفصیلی مثالوں کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب "قرآن مجید اور سائنس"۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ۔

اے لوگو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جس سے اس نے تم کو نوازا ہے۔ کیا اللہ کے سوا ایسا بھی کوئی خالق ہے جو زمین و آسمان (کی قوتوں کو یکجا کر کے) تمہیں کھلاتا ہو؟ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، پس تم کہاں بہکے بہکے جا رہے ہو۔ (فاطر: ۳)

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

اور تم اللہ کے سوا کسی دوسرے الٰہ کی پرستش نہ کرو، اسکے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں ہے، اس کی ذات دگرامی) کے ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، (مخلوق پر) حکم چلانا اُ کو سزاوار ہے، اور تم اسی کی بارگاہ میں لوٹائے جا رہے

(قصص: ...

چاند سواری پر قرآن کا فتویٰ

معاف کیجئے جب بات ربوبیت والوہیت کی آگئی تو میرا قلم اپنے اصل موضوع ... ذرا سا بہک گیا اور بے قابو ہو کر انگڑائیاں لینے لگا۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ کوئی بالکل غیر متعلق بات بھی تو نہیں۔ بہرحال قرآن کی نظر میں انسان کا چاند پر پہنچنا ... کوئی انوکھی بات ہے نہ زہرہ و مریخ کو زیر کر کے ان پر اپنا نشیمن بنا لینا۔ بلکہ انوکھی و حیرت انگیز بات اس کا شانۂ آب و خاک میں اگر کچھ ہو سکتی ہے تو وہ صرف ربوبیت و الوہیت ہی ہو سکتی ... یا پھر ان کے معجزات اور جلوہ افروزیاں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ عظیم کے زندہ جاوید صفحات پر یہ لافانی فتویٰ چودہ سو سال قبل ہی نقش کیا جا چکا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ؕ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ؕ

میں قسم کھاتا ہوں شفق کی۔ اور رات کی اور ان تمام چیزوں کی جن کو رات (اپنے دامن میں) سمیٹ لیتی ہے۔ اور چاند کی جبکہ وہ کامل ہو جائے کہ تم ضرور ایک منزل سے دوسری منزل پر سوار ہوتے جاؤ گے۔ پس کیا بات ہے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ ریز نہیں ہو جاتے؛

(انشقاق: ۱۶ - ۲۱)

قسم کھانے کا مطلب کلامِ عرب میں کسی چیز کو شہادت و گواہی کے طور پر پیش کرنا ہے اور اس اسلوب کے ذریعہ کسی بیان میں زور اور تاکید پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تمام چیزیں اس بات پر شاہد ہیں کہ ..."

© rasailojaraid.com